دُکھ بھری کہانی

از

سیّدہ نذر سجاد حیدر صاحبہ

مصنّفہ اختر النساء بیگم و آہِ مظلوماں وغیرہ

سنہ ۱۹۲۶ء

باہتمام مولوی سید ممتاز علی صاحب

عت پنجاب لاہور نے شائع کیا

۱/۵ر

طبع سوم ۱۰۰۰ قیمت

دُکھ بھری کہانی

جس گھڑی صانعِ قدرت نے کیا غم پیدا۔
غم کو درکار تھا ہمدم سو ہوئے ہم پیدا +

بدبخت بدنصیب نجیبہ کسی ایسی گھڑی میں پیدا ہوئی تھی۔ کہ خدا دشمن کو بھی وہ ساعت نہ دکھائے + ایسی بُری قسمت لے کر دنیا میں آئی۔ کہ کوئی خوشی نہ دیکھی۔ ایک گھڑی چین نہ پایا + ایک غریب گھر میں پیدا ہوئی۔ وہ بھی نہ رہا + اگر ماں باپ زندہ رہتے۔ تو اس کے لئے سب نعمتیں موجود تھیں + قسمت کی مار۔ کمبختی کی نشانی پیدا ہوتے ہی پہلے کے اندر چھوڑ باپ دنیا سے رخصت ہؤا + دو برس کی نہ ہونے پائی تھی۔ کہ ماں کو بھی موت آگئی۔ گویا اسی دن اس کی مصیبتوں کا آغاز ہؤا +

دادھیال میں کوئی تھا ہی نہیں۔ ننھیال میں ماموں ممانی اور ایک ضعیفہ نانی کا دم تھا + جب تک وہ زندہ رہیں۔ اس کی ہر طرح کی کفالت کرتی رہیں + بھو بیٹے سے لڑائی مول لی۔ اُن کی گھرکیاں کھائیں۔ لیکن یتیم نواسی کو روٹی کپڑے سے محتاج نہ ہونے دیا + آخر کہاں تک؟ جب جوان

جوان نہ رہے۔ تو بڑھیا کب تک اس کا ساتھ دیتی؟ کمبخت نجیبہ کو ساتواں برس تھا۔ کہ نانی بھی سدھاریں + اب تو ممانی کی جوتیاں اور یتیم نجیبہ کا سر تھا + صبح سے شام تک سارے گھر کا کام کرتی۔ ماموں کے ضدی اور شیطان بچوں کو کولہے پر چڑھائے رہتی۔ پھر بھی کوئی دن ایسا نہ ہوتا تھا۔ کہ جس دن اُس بے کس کو دوبار مار نہ پڑتی۔ بالکل بے قصور سات آٹھ برس اس کے اس مصیبت میں بھی بسر ہو گئے + تھی خوبصورت اور عقلمند۔ سینا پرونا۔ کھانا پکانا سب خوب جانتی تھی + ویسے تو ممانی کاہے کو سکھانے لگی تھیں۔ لیکن اپنی ضرورت کو سب کچھ بتانا پڑا۔ حتیٰ کہ باورچی خانہ تک اُسی کے سپرد تھا۔ سب گھر کے کپڑے بھی اسی سے سلواتی تھیں۔ اس لئے اُسے سب کچھ آگیا +

جوان ہوئی۔ شادی کے پیام آنے شروع ہو گئے + آخرکار ایک اچھے خوش حال زمیندار کے گھر نسبت قرار پا گئی + لڑکا بیس بائیس سالہ جوان تھا۔ پڑھا لکھا کچھ نہ تھا۔ لیکن تھے صاحبزادے بڑے لاڈلے + شاید بچاری نجیبہ اس نسبت پر خیال کرتی ہوگی۔ کہ اب میری مصیبتوں کا خاتمہ ہو جائیگا کھاتے پیتے گھر جاؤں گی۔ اور پھر اکلوتے لاڈلے بیٹے کی چاہتی بیوی بنوں گی۔ آیندہ زندگی اچھی بسر ہوگی + مگر قسمت کی خبر نہ تھی۔ کہ ایک مصیبت سے نکل کر دوسری مصیبت میں پڑنے والی ہے۔ اور ان دنوں کا تو خاتمہ بھی ہو گیا۔ لیکن وہ مصیبت ایسی ہوگی۔ جو کبھی کاٹے سے نہ کٹے گی اور

سوائے موت کے وہاں سے اور کوئی ذریعہ نجات کا نہ ہو گا +

غرض کہ غریب نجیبہ کی شادی احسان علی سے ہو گئی + لڑکے والوں کا تو اکلوتا بیٹا تھا۔ جتنا بھی دھوم دھڑکا کرتے تھوڑا تھا۔ لیکن اپنے نام کی غلط نجیبہ کی ممانی نے بھی شادی کا سامان اچھا کر دیا +

کچھ دن تو نجیبہ کے اچھے گذرے مگر یہ عرصہ بہت ہی تھوڑا تھا۔ برس کے اندر ہی ساس صاحبہ بہو کے مخالف ہو گئیں۔ اور اس کی بنیاد یوں پڑی۔ کہ احسان علی اپنی خوبصورت اور سمجھ دار بیوی کی قدر و محبت کرنے لگا وہ انہیں شاق گذرتا تھا۔ اور بہو کی بے قدری کرنے کو یہ تجویزیں کرنے لگیں کہ کسی طرح بیٹے کی دوسری شادی کی جائے + اُدھر سمدھن یعنی نجیبہ کی ممانی سے بڑا بہناپا ہو گیا۔ اور اُن کے دل میں اب یہ آیا کہ سہیلی کی لڑکی حمیدہ سے بیٹے کی دوسری شادی کروں +

انہوں نے یہ تجویز کی تو خیر کی۔ غضب تو یہ ہے کہ والدہ حمیدہ کی بھی یہ آرزو تھی۔ کہ سمدھن پیغام دیں۔ تو فوراً بیٹی کو بھانجی کی سوکن بنا دوں + وہ گھر تھا اچھا کھاتا پیتا۔ اور میاں بیوی کا قدردان۔ بس یہ اس بات پر تلی ہوئی تھی۔ کہ جیسے بھی ہو حمیدہ کو بھی اسی گھر دوں + دوسرا بیاہ ہو جانے پر خود میاں اس کا تابعدار ہو جائے گا۔ پہلی بیوی کو کون جانتا ہے + اور کوئی اچھا بر ملتا نہ تھا۔ اور نجیبہ کی رتی بھر کسی کو محبت نہ تھی جو ترس آتا۔

غرض کہ کچھ ان کی مرضی - کچھ ساس بہو سے جلن - بدبخت بے بس نجیبہ کی شادی برباد ی کے ڈیڑھ سال بعد ہی احسان علی کی دوسری شادی حمیدہ سے ہو گئی - اور ضرورت شادی کی یہ قرار دی گئی - کہ ہمارا ایک ہی بچہ ہے - نجیبہ سے اولاد نہیں ہوتی - بیاہ کو دو برس ہونے آئے - اب کیا امید ہے ؟

آہ نجیبہ قسمت کی پھوٹی تو روز ازل سے تھی - سوکن کا آنا اُس کے لئے اَور بھی غضب ہو گیا + حمیدہ ایک تو نئی بیوی - دوسرے جہیز بھی نجیبہ سے بہت زیادہ لائی - بس گھر میں اسی کا راج ہو گیا + نجیبہ اب ایک ذلیل چھوکری کی حیثیت میں تمام گھر کی خدمت گار تھی + کھانا پکانے والی ماما بھی نکال دی گئی - باورچی خانہ بھی اُس کے سپرد ہوُا - اور اس سے فارغ ہو کر دوپہر کو جب میاں سوتے تو کھپریل میں بیٹھ کر پنکھا بھی جھلتی +

حمیدہ کو بیاہ کے آئے تیسرا مہینہ تھا - جیٹھ کی کڑکڑاتی گرمی - سب گھر بھر سو رہا تھا - اور اس کے دالان میں نئی دلھن بھی آرام کر رہی تھیں - یہ کم نصیب سخت لُو کے جھونکوں میں بوریا بچھائے سر سے پیر تک پسینے میں شرابور - کھپریل میں بیٹھی پنکھا جھل رہی تھی + اس وقت بہتے ہوئے پسینے میں کچھ لو ہی اگر اسے ٹھنڈا کر دیتی تھی - ورنہ وہ نصیبوں جلی اندرونی و بیرونی آگ سے جل جل کر کباب ہو رہی تھی + قسمت کی ماریوں کہ کام

دھندے سے فارغ ہو کر رات کو باورچی خانہ لیپ کے کوئی بارہ بجے سوئی تھی۔ مثل ہے۔ کہ نیند سولی پر بھی آجاتی ہے۔ اس وقت دیوار کے سہارے بیٹھی۔ پنکھا جھلتے جھلتے آنکھ لگ گئی۔ پنکھے کا ذرا اثر کنا تھا۔ کہ دلھن بیگم کی آنکھ کھل گئی۔ احسان علی بھی گرمی سے گھبرا کر اُٹھ بیٹھے اور آواز دی۔ کیا سو گئیں کہ کہیں چلی گئیں؟

حمیدہ۔ (آہستہ سے) اب ان کا یہی حال ہے۔ میں کئی دن سے دیکھ رہی ہوں۔ میرا کوئی کام کرنے کو ان کا دل نہیں چاہتا۔ تمہاری اماں جان کے کہنے سے مجبور رہوں۔ نہیں تو میں اپنے کسی کام کو انہیں ہاتھ نہ لگانے دوں۔ مجھے دیکھ دیکھ کر اندر ہی اندر جلی بھنی جاتی ہیں۔

احسان علی۔ سب ٹھیک کر لی جائے گی۔ جب تمہارا کام نہ کیا تو کیا اس گھر میں رہنے بھی پائے گی؟ وہیں پھکوا دوں گا جہاں سے آئی ہیں۔ تمہارے چھوٹے بہن بھائیوں کی خدمت میں خوب زندگی بسر کریں گی۔

حمیدہ۔ ہمارے اوپر تو شروع سے ان کا وبال ہی پڑا رہا۔ اماں باوا کو کھا کے منحوس قدم ہمارے ہاں داخل ہوئیں۔ یہاں آتے ہی نانی کا ایک نوالہ کیا۔ ہم سب کو تنگ رکھا۔ شادی بھی ہوئی تو اسی گھر کہ جہاں میری قسمت لکھی تھی۔

احسان۔ تم پروا نہ کرو گھر بار تمہارا ہے۔ ہم سب تمہارے تابعدار
اِس سبز قدم کا وہی انجام ہو گا۔ جیسی کہ ابتدا تھی۔ نحوست کی نشانی کو
میں اپنے گھر کب رکھنے لگا ہوں؟
یہ کہا اور پنکھے کی ڈوری پکڑ کر زور سے کھینچی۔ وہ مصیبت ماری
تو سو ہی رہی تھی۔ رسی ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ اب تو ان کے غیظ و
غضب کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ کواڑ کھول باہر آئے۔ اور ٹھوکر سے
نجیبہ کو ہلا کر کہا۔

احسان۔ پنکھا جھل رہی ہو یا مر رہی ہو؟

نجیبہ۔ (گھبرا کر) معاف کرو۔ ڈوری ہاتھ سے چھوٹ گئی رات ایک
بجے سوئی تھی۔ اس لئے کمبخت آنکھ لگ گئی۔

احسان۔ اگر ہمارے کام کو تمہارا دل نہیں چاہتا۔ تو صاف جواب
دے دو۔ لیکن پھر میرے گھر میں تمہارا ٹھکانا نہ ہو گا۔

نجیبہ۔ (رو کر) بھلا میں جواب دے سکتی ہوں؟ اور خدا نے تو
میرا ٹھکانا یہیں بنا دیا۔ اب کہاں جاؤں گی؟

احسان۔ ہماری جانے جوتی۔ کہاں جاؤ گی! تم نے میری
بیوی سے جلنا شروع کر دیا ہے۔ میں بھی تمہیں ایک نظر نہیں دیکھ سکتا۔

نجیبہ۔ میں بھی تمہاری ہی کنیز ہوں۔ بھلا اُن سے جل سکتی

ہوں؟ اور علاوہ تمہاری بیوی ہونے کے وہ میری بہن بھی ہیں - ممانی نے اُس کے بیاہ کے وقت یہی کہا تھا - کہ میں اسی لئے اپنی بیٹی دیتی ہوں - کہ تجھے دُکھ نہ دے گی - اور اولاد کے لئے تیری ساس بیٹے کا دوسرا بیاہ کریں گی - اگر کوئی غیر آئی - تو آپس میں رنجش ہو گی - تو نہ وہ مجھ سے جل سکتی ہیں - اور نہ میں اُن سے +

احسان "چل خاموش رہ - میں تیری رام کہانی سننے نہیں آیا - سیدھی طرح پنکھا جھل" اور رتی زور سے اُس کے سر پر پٹک کے اندر چلے آئے +

دنیا میں آکے ہم نے نہ دیکھی کوئی خوشی -
حاصل یہاں ہمیں نہ ہُوا کچھ سوائے رنج +

اب تو حمیدہ رات دن اس کوشش میں تھی - کہ نجیبہ کسی طرح گھر سے بھی نکل جائے - اور اس کی صورت تک نظر نہ آئے + ہر ایک بات میں کھینس نکالنے لگی + ایک دن یہ تدبیر کی - کہ شام کا کھانا کھا کر قے کر دی - اور میاں سے کہا - کہ ضرور سالن میں کچھ تھا + میاں نے رکابی اُٹھا کر چراغ کے آگے دیکھی - تو کوئی نرم سی چیز نکلی + آپ نے جھٹ میاں سے لے لی + وہ لپٹا ہُوا ذرا سا کچا سوت تھا - آپ نے کھول کر میاں کو دکھایا +

احسان - اچھا اب یہ کرتب ہونے لگے؟

حمیدہ - تم میری جان نکلواؤ گے - جب سمجھو گے + میں اب یہاں نہیں رہ سکتی - وہی رہے گی - مجھے یہاں اپنی جان گنوانی ہے؟

احسان - توبہ - توبہ - کیسی باتیں کرتی ہو؟ اب وہ میرے گھر ایک منٹ بھی نہیں ٹھیر سکتی + یہ چیز اُن کے ساس سسر کو دکھا کر ابھی نکلوائے دیتا ہوں + میں تو کبھی کا الگ کر دیتا - اماں جی کہتی تھیں کہ بے نوکر گھر کا کام چل رہا ہے - پڑی رہے - نقصان ہی کیا ہے؟

یہ کہا اور چیختے چلاتے وہ دھاگا ہاتھ میں لئے دوسری طرف آئے + اماں باوا کھانا کھا رہے تھے - انہیں دکھا کر سب حال سنایا + اب کیا تھا؟ بچاری نجیبہ پر گالیوں کوسنوں کی بوچھاڑ پڑنے لگی + وہ روٹی پکا رہی تھی ان سب کو یکبارگی گرجتا دیکھ کر سہم گئی - روٹی گھی کی گھی میں رہی - اور ہاتھ کا پیڑا ہاتھ میں + والدہ احسان نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ - کچھ بہو سے پوچھا نہ گچھا ننگے پیروں جا بازو سے پکڑ چولھے سے بے کس کو اٹھا کر گھسیٹتی ہوئی صحن میں لائیں + یہاں میاں بھرے کھڑے تھے - اُور تو کچھ ہاتھ نہ آیا - پاؤں سے جوتی اتار مارنا شروع کر دیا + وہیں باوا بھی کھڑے تھے - اُن کے پھر بھی ذرا اوسان بجا تھے - بیٹے سے کہا: -

قربان علی - بس - بس - مارو نہیں - جب وہ اس قابل نہیں -

کہ گھر میں رہ سکے ۔ تو سیدھی طرح یہاں سے نکال دو ÷

عاجز نجیبہ سُسر کے پیروں پر یہ کہتی ہوئی گر پڑی "ابا جان میرا قصور تو ثابت کیا جائے ۔ اباجی مجھے کس کے سہارے پر نکال دو گے ؟ میں کمبخت اس گھر کے سوا اَور کہاں جاؤں گی ؟"

قربان ۔ نجیبہ زیادہ ضد نہ کرو ۔ تمہارا خاوند تم سے بالکل خوش نہیں ہے ۔ ہم دونوں نے آج تک بڑی زبردستی سے تمہیں گھر میں رکھا مگر اب ہم نہیں رکھ سکتے ۔ کیوں کہ تمہاری موجودگی سے کئی جانوں کا خطرہ ہے ÷ آج تو تم نے کوئی تعویذ ٹونا کیا ۔ جس سے بہو کی طبیعت خراب ہو گئی ۔ کل کو زہر دے دو گی ۔ جس سے ہم کہیں کے نہ رہیں گے ÷

نجیبہ ۔ اباجی میں نے کچھ نہیں کیا ۔ مجھے اپنے پیدا کرنے والے کی قسم ۔ کہ مجھے تعویذ ٹونوں کی خبر بھی نہیں ÷ اباجی مجھ سے قرآن شریف اُٹھوالو میری سچائی کے ثبوت میں ۔ اور للہ مجھے اپنی ادنےٰ کنیز سمجھ کر گھر میں پڑی رہنے دو ۔ میں بڑی خوشی سے اپنی سوکن کی خدمت کرنے کو تیار ہوں ÷

احسان ۔ (نجیبہ کا ہاتھ پکڑ کر) بس بس چپ رہ ۔ میرے ابا سے بات نہ کر اور نکل جا گھر سے ÷

نجیبہ ۔ (ہاتھ جوڑ کر) میرے مالک ۔ میرے خاوند ۔ مجھے اتنا بتا دو کہ نکل کر کہاں جاؤں ؟

احسان ۔ (تھپڑ مار کر) میں کیا جانوں کہاں جاؤ؟ دوزخ میں جاؤ ۔ بھاڑ میں جاؤ ۔ جہاں سے آئی ہو ۔ وہیں جاؤ +

نجیبہ ۔ وہاں جانا میرے اختیار میں نہیں ۔ خدا بلائے جب ہی تو جاؤں؟

احسان ۔ خدا کیوں بلانے لگا؟ میکے جاؤ +

نجیبہ ۔ میکا ہے کہاں؟ میکا ہوتا ۔ تو آج یہ حالت ہی کیوں ہوتی؟ اللہ رکھے جس کا میکا ہے ۔ اس کا سب کوئی ہے ۔ میرا میکا تو قبرستان ہے ۔ وہاں جا بیٹھوں؟ میرے مالک مجھ پر رحم کرو رحم!

احسان ۔ کوئی نہیں میں تیرا مالک والک ۔ چل دور ہو نظروں سے جا قبرستان ہی میں جا +

والدۂ احسان ۔ کب تک یہ سوال وجواب ہوئے جائیں گے؟ نکال اس ناگن کو ۔ ہاتھ پکڑ اور باہر کر دے!

اب تو بے کس و بے بس نجیبہ کا کچھ بس نہ چلا ۔ اور احسان علی اس کا بازو پکڑ کر دروازے پر لے گئے ۔ اور گلی میں کر کے دروازہ بند کر کے زنجیر لگا لی +

والدۂ احسان ۔ چلو بلا کٹی ۔ خس کم جہاں پاک +

احسان ۔ اجی اماں! میں کئی دن سے خون پی رہا تھا ۔ مگر تمہارے

ڈر سے چپ تھا + یہ ایک دن بھی گھر میں رہنے کے قابل نہ تھی - ایسی عورتوں کے ساتھ بے دردی کرتے ان کے والدین کا ڈر ہؤا کرتا ہے سو شکر ہے اُس کا کوئی دنیا میں نہیں - ممانی جان ہیں - سو وہ اس بات سے خوش ہی ہوں گی - کہ اب اُن کی لڑکی کو آرام کا سانس آئے گا +

قربان - خدا جانے بدنصیب اس وقت کہاں جائے گی +

احسان علی - جائے کہاں ؟ قریب ہی گھر ہے - وہیں جائے گی + ہماری ساس کے پاس - اچھا ہے - اس کو کچھ وہی خوب قابو میں رکھتی ہیں +

قربان - میاں وہاں بھی اس کا گذارہ نہ ہو گا - اول تو بیاہی بیٹی کی میکے میں کھپت ہی نہیں ہوتی - دوسرے اس کا تو میکا بھی نہیں - بھلا بیٹی کی سوکن کو تمہاری ساس رکھ سکتی ہیں ؟ میرے خیال میں یہ مناسب ہے کہ پھوپھی کا مکان جو خالی پڑا ہے - اس میں اس کمبخت کو ڈال دیا جائے - اور کچھ گیہوں دال وغیرہ لے دیا کریں - آخر ہمارے سر پڑی ہے - اس کا روٹی کپڑا ہم پر فرض ہے +

احسان - خیر دیکھا جائے گا - ابھی تو جانے دو + ہاں ابا جی - انہوں نے کچھ کھایا نہیں - اُسی وقت جی بگڑ گیا تھا - دودھ جلیبیاں منگوا دو - تو کھلا دوں +

قربان۔ بیٹا منگواکس سے دوں؟ بڑے میاں (ڈیوڑھی بان) آج شام سے اپنے گھر گئے ہوئے ہیں۔ اُن کی بیوی بیمار ہے۔ اچھا میں خود ہی جاتا ہوں + احسان کی اماں لاؤ چار آنے کے پیسے دے دو +

انہوں نے تو یہ دودھ جلیبیاں اُڑائیں۔ آہ اب ذرا اس مظلوم کا حال تو دیکھیں۔ جو اندھیری رات کے وقت سنسان گلی میں تنہا کھڑی ہے۔ اور سوا خدا کے کوئی سہارا دنیا میں نظر نہیں آتا۔ آہ اس کی موت بھی کہیں سو رہی ہے!

دن زیست کے جو باقی ہیں۔ رو رو کے کٹیں گے۔
مرتے ہوئے ہم دُنیا کو کیا یاد کریں گے؟

اندھیرے میں کھڑی نجیبہ کو ایک گھنٹہ یہی سوچتے گذر گیا۔ کہ اب کدھر جاؤں۔ اور کیا کروں؟ آخر کار مجبور ہو کر اپنی مُردہ ماں کے ماں جائے کے گھر کے سوا اُور کچھ نظر نہ آیا + گو جانتی تھی۔ کہ وہاں بھی ایک پل گذر نہ ہو گی۔ کیونکہ ممانی اول ہی دشمن۔ اور اب تو اپنی بیٹی سے عداوت کا حال سن کر اور بھی خون کی پیاسی ہو جائے گی۔ لیکن بے بس نجیبہ کہاں جاتی؟ اور کیا کرتی؟ اگر خدا کا ڈر نہ ہوتا۔ تو ضرور اس وقت کوئیں میں ڈوب مرتی + اس کا ایک ایک پاؤں من من بھر کا بوجھل ہو رہا تھا۔ وہ آگے کو قدم بڑھانا چاہتی تھی۔ لیکن زمین قدم پکڑے لیتی تھی۔ اور دل نیچے کو گرا جاتا تھا +

غرض بڑی مشکل سے راستہ تیر کیا۔ اور سنگ دل ظالم ممانی کی ڈیوڑھی کے کواڑ کھڑکھڑائے + اُن کی ملازمہ نے دروازہ کھولا۔ تو یہ روتی ہوئی اندر داخل ہوئی + ممانی چھوٹے بچے کو لوری دے کر سُلا رہی تھیں۔ اسے روتا دیکھ کر اُٹھ بیٹھیں +

ممانی - اے ہے - اس وقت تو کہاں - اور رات کو بھرے گھر میں روتی ہوئی کیوں آئی؟

نجیبہ - ممانی جان نصیبوں جلی اسی دن کے لئے پیدا ہوئی تھی - ہائے اللہ میں اماں کے ساتھ کیوں نہ مر گئی!

ممانی - آخر یہ تو کہو تجھ پہ بنی کیا ہے - جو رات کے وقت گھر سے نکلی؟ اری کم بخت بتا - میری حمیدہ کی تو خیر ہے؟

نجیبہ - اللہ رکھے سب خیر ہے - آہ میرا کہیں ٹھکانا نہ رہا۔ ہائے ممانی تمہیں اپنی بیٹی وہاں دینی تھی - تو مجھے وہاں کیوں بیاہا تھا؟ کہ اب وہاں سے نکل کر تمہاری خدمت بھی میں نہ کر سکوں گی + اگر میں کنواری رہتی - تو ماما زلفن کی بجائے اس گھر کی خدمت میں عمر تیر کر دیتی +

ممانی - اچھا تو یوں کہو کہ میری ہی بچی سے لڑ کر آئی ہو - تو جاؤ بوی کہیں اَور سدھارو - میرے گھر میں اب تمہارا ٹھکانا نہ ہوگا + میں نے تمہیں پالا پوسا - دان جہیز دیا - اچھے گھر بیاہا - اب یہ تمہاری

پھوٹی قسمت کہ اولاد نہ ہوئی - تو میں کیا کروں ؟ پھر بھی میں تمہاری
بھلائی سے باز نہ آئی + جب تم پہ سوکن پڑنے لگی - تو اپنی بچی کو جلتی آگ
میں دھکیل دیا - صرف اسی ڈر سے کہ کوئی غیر آئی - تو تمہیں بھون کے
کھا جائے گی - اور حمیدہ جائے گی - تو پھوپی کی بچی سمجھ کر پیار سے رہے گی
تم نے اُلٹی میرے گلے پر چھری پھیرنی شروع کی - اور اب منہ سے
کچھ پھوٹتی نہیں - کہ کیا کر کے آئی ہے +

نجلیبہ - میں کیا بولوں ؟ میں تو اگر قرآن بھی اٹھاؤں تو تم میں
سے کوئی یقین نہ کرے گا + صبح کو تمہارے داماد آ کر خود ہی سب بیان
کر دیں گے + اچھا اب یہ بتاؤ - کہ میرا جب دونوں گھروں میں ٹھکانا
نہ رہا تو اب کہاں جاؤں ؟

ممانی - ہم کیا جانیں کہاں جاؤ ؟ جیسی کی ہے - ویسی بھرو -
دریا میں ڈوبو - کنوئیں میں جاؤ - ہماری بلا سے + او زُلفن - جلدی
سمدھیانے جا - اور معلوم کر - کہ یہ منحوس صورت کیا کر کے نکلی ہے ؟
میری بچّی کی تو خیر ہے ؟

تھوڑی دیر میں زلفن وہاں سے واپس آئی - اور کہا کہ دولہا
میاں اور تمہارے سمدھی نے کہہ دیا ہے - کہ فکر نہ کرو - سب اچھے ہیں -
صبح کو آکر سب حال سنا دیں گے + رات کی رات اس کم بخت کو اپنے

گھر ڈال لو - کل کو اس کا بھی کچھ نہ کچھ بندوبست ہو جائے گا +

یہ سن کر بچے کو کلیجے سے لگا - یہ سنگ دل عورت تو سو گئی - اور وہ
بدنصیب لاوارث ویسی کی ویسی ہی کھڑی رہی + گھنٹے بھر کے بعد
ظلفن کے دل میں کچھ رحم آیا - اور اُس نے ایک ٹوٹا ہوا کھٹولا لاکر
ڈال دیا - جس پر یہ قسمت کی ماری پڑ رہی - بلکہ مر رہی + آہ - مرنا
کہاں نصیبوں میں؟ اس بدبخت سے تو موت بھی گریزاں تھی + یہ
رات بھی گذر گئی - خوش نصیبوں کی خواب راحت میں - اور نجیبہ
کی اُس جھلنگے کھٹولے پر روتے ہوئے + صبح ہی دونوں باپ بیٹے یہاں
آئے - اور تمام ماجرا بیان ہو کر یہ تجویز ہوئی - کہ اس سخت جاں لاوارث
لڑکی کو اُس نیم والے کھنڈر میں ڈال دیا جائے - جو ہمشیرہ مرحومہ
قربان علی کا خالی پڑا تھا - اور پندرہ سیر گیہوں اور چار سیر دال ماہواری
خوراک مقرر ہوئی +

اے خدا ایسی سخت مصیبت کے لئے کوئی لڑکی پیدا نہ کیجیو! اے
مالک کسی کی بچی اس طرح نہ سلگے! جو جو مصیبتیں بدبخت نجیبہ پر پڑیں -
خدا دشمن کو بھی نصیب نہ کرے + اگر اس کا خاوند غریب فقیر ہوتا -
تو بڑی خوشی سے پیس کر گذارہ کر لیتی + اگر وہ بیوہ ہو گئی ہوتی - تو خدا
کی مرضی پر شاکر ہو کر اس سنسان کھنڈر میں رنڈاپا تیر کر لیتی - مگر ایسا نہ تھا

اس کا شوہر خوش حال زمیندار تھا - اور زندہ تھا - اور بے قصور - اور بے ضرورت اپنی دوسری شادی کرکے اس پر وہ ظلم کر رہا تھا + کہ زندہ درگور کر دیا تھا + مانا کہ ماں باپ کی رضامندی سے شادی ہوئی - لیکن اگر اس کو دوسری بی بی کا شوق نہ ہوتا - تو ماں لاکھ زبردستی کرتی - کبھی دوسرا بیاہ نہ کرتا + خدا سمجھے ایسے سنگدل وحشی مردوں سے جو ایک ذرا سی مذہب کی آڑ پاکر بے ضرورت بیوی پر بیوی کرنے کو تلے ہوئے ہیں +

مظلوم نجیبہ کی قابل رحم حالت بیان سے باہر ہے - برس کے دو جوڑے سوسی کے تنگ پائنچوں کے پاجامے - اور دھوتر کے کرتی دوپٹے اُسے ملتے تھے + دال کے بگھار کے لئے نہ پیسے کا گھی ملتا تھا - اور نہ کڑوا تیل جو گھر کا ہی تھا + گھر کی گائے بھینسوں کا گوبر تھاپتی تھی - تو چار اُپلے دال اُبالنے کے لئے مل جاتے تھے - بس اَور ایک پیسہ نہیں - اور پیسے دھیلے کے خرچ کے لئے اگر وہ سلائی وغیرہ کرکے کچھ کما لیتی - تو اس کا بھی بے کس کو حکم نہ تھا - کہ ہماری بدنامی ہوگی + بیمار پڑتی تھی - تو ایک پیسے کی دوا نہ ملتی تھی + موت کو تو نجیبہ سے بَیر ہی تھا - بھلا اس کو مصیبتوں سے نجات دلانے کے لئے کیوں آتی ؟ سخت جان نجیبہ لوٹ پیٹ کر اور آنے والی مصیبتوں کا مقابلہ کرنے کو چنگی بھلی اُٹھ کھڑی ہوتی

تھی +

مثل ہے کہ خدا گور بھی اکیلی نہ دے۔ پر اس بدقسمت کو اکیلے کھنڈر میں رہتے ایک سال گذر گیا تھا۔ بس سوا اس کے یا بڑے بھاری گھن دار نیم کے درخت کے اُور کوئی یہاں جان دار نہ تھا + اول اول تو بہت ڈرتی رہی + جب چھواڑے رات کے وقت کھیت میں آ کر گیدڑ شور مچایا کرتے۔ تو یہ تنہا ساری ساری رات جاگ کر صبح کر دیتی تھی۔ اور روشنی بھی نہ کر سکتی تھی + ایک ڈبیا مٹی کے تیل کی اس کو آٹھ دن کے لئے ملا کرتی تھی۔ جو بمشکل اتنی دیر جلتی تھی۔ کہ یہ زہر مار کرنے کو روٹی پکا لے۔ اور کھاتی تو ہمیشہ اندھیرے میں تھی +

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ ساون کا مہینہ تھا۔ دیوار درمیان عجب رنگ رلیاں ہو رہی تھیں + لڑیتی بہو بیگم کی تیجوں کا سامان ہو رہا تھا۔ جھولا پڑا ہوا تھا۔ روز کڑاہی چڑھتی تھی + حمیدہ بڑے پائنچوں کا ریشمی پاجامہ پہنے اور سرخ لچکے کی چندری اوڑھے چھم چھم کرتی پھرتی تھیں۔ اور یہاں اللہ کا نام اور کھنڈر سنسان۔ نیم کے گھن دار درخت پر الو بولا کرتا تھا۔ جو اس نحس گھڑی کی پیدائش کے ہمدرد غمگساروں میں تھا نجیبہ کو کئی روز سے بخار آ رہا تھا۔ اور اپنے دل کی کمزوری اور مصیبتوں کے بوجھ سے اس دفعہ کی بیماری سے اُسے امید نہ تھی۔ کہ سختیاں

سہنے کو اچھی ہو جاؤں گی + جب بھی ذرا بخار ہلکا ہوتا - تو وہ نماز کو اٹھتی
تھی - اور سجدے میں پڑ کر گھنٹوں اپنے خاوند کی رضامندی کی دعا مانگتی
اس خیال سے کہ کہیں ایسا نہ ہو - کہ وہ ناراض ہی رہے - اور میں اس
بیماری میں مر جاؤں - تو خدا کے ہاں گناہ گار ٹھیروں + اے بے قصور
نجیبہ تو خاوند کی گناہ گار نہیں ہے - بلکہ وہی تیرا گناہ گار ہے - خدا تجھے
بخشے گا - اور اُس سے سمجھے گا +

تیسری تیج کا ذکر ہے - کہ شام کے چھ بجے ہوں گے - ابھی مینہ برس کر
تھما تھا + نجیبہ کو آج سب دن سے زیادہ بخار تھا + وہ پرانے پلنگ پر گاڑھے
کی چادر لپیٹے چھپر میں پڑی کراہ رہی تھی + آج اتنی بھی ہمت نہ پڑتی تھی
کہ اُٹھ کر کھٹیا باہر ڈالتی + آج تیسرا وقت تھا - کہ اس کے منہ تک ایک
کھیل اڑ کر نہ گئی تھی - اور کیسے جاتی ؟ خود ہی ہمت ہوتی تو اُٹھ کر پکاتی +
دوسرا تو کوئی حلق میں پانی چوانے والا بھی نہ تھا + ایک بھنگن تھی - جو
چوتھے وقت نہیں - چوتھے دن یہاں صفائی کو آتی تھی - بس اس کے
سوا نجیبہ کو انسانی شکل دیکھنے کو بھی نہ ملتی تھی + آج بھی بھولے والے
گھر گاتے گاتے شام پڑ گئی - تو مہترانی کو خیال آیا کہ کئی دن ہو گئے ہیں
چلوں کھنڈر میں ہو آؤں + یہاں آئی ہے تو بیمار نجیبہ کو پلنگ پر پڑے
دیکھا - جھاڑو ہاتھ میں لئے چھپر میں آ کھڑی ہوئی - اور پوچھا :-

مہترانی - بڑی بہو کیسی ہو؟ اب تک بخار نہیں اُترا؟ آج شاید پانچویں دن میں آئی ہوں +

بیمار نجیبہ - اُترنا کیسا اَور زیادہ ہوگیا - اب تو بالکل اُٹھا نہیں جاتا +

مہترانی - اے ہے پھر روٹی کیسے پکاتی ہوگی؟

نجیبہ - میں پانی کو ترس رہی ہوں - تجھے روٹی کی پڑی ہے - آج تیسرا وقت ہے نہ پکا سکی نہ کھائی + رات پیاس کے مارے تڑپتی رہی - بخار بہت تیز تھا - اور سارے بدن میں درد - ہلا نہ گیا - کہ گھڑے تک پہنچتی - صبح بخار ہلکا ہوا - تو پانی پیا + اب پڑی ہوں - طاقت نہیں کہ پلنگ باہر گھسیٹ لوں + کوٹھڑی میں رات بھر سانپ بولتا رہا ہے - چھپر سارا ٹپکتا ہے - میں یہیں پڑی بھیگتی رہی +

مہترانی - اے ہے بہو جی میں کیا کروں - کسی کے کرنے کا نہیں ہے - خبر نہیں تمہارے گھر والوں کے کیوں پتھر کے جگرے ہیں +

نجیبہ - تم سے بھی اتنا نہ ہو سکا - کہ میرا پیغام ان تک پہنچا دیتیں - میں اس بیماری سے بچوں گی نہیں - مجھے دنیا کی کسی چیز کی ضرورت نہیں - میں صرف اس لئے اُن کے آنے کی خواہش مند ہوں - کہ موت سے پہلے اپنا کہا سنا معاف کرا لوں + تم کہہ دیتیں تو تمہارا احسان

ہوتا +

مہترانی - اے بیوی ایک دفعہ نہیں - میں نے دو تین بار
کہا نہ سنیں تو کیا کروں ؟ اب دلھن بی یا تمہاری ساس کے آگے
کہنے کی بات نہ ہوئی - اگر انہیں پتہ لگ جائے - کہ پیام سلام کرتی
ہوں - تو مجھے گھسنے نہ دیں + پرسوں مجھے اکیلے ملے تھے - چھوٹے
میاں - میں جب گھوڑے کا تھان صاف کر رہی تھی - تو وہ بھی آ گئے
میں نے اُن سے کہا - کہ بڑی بہو بیمار ہیں - اور تمہیں بلایا ہے - شاید
کوئی بات کہتی ہوں گی - سُن آؤ - تو سُن کے چپ ہو رہے + دوسرے
دن جو آئی - تو وہ باہر ہی کھڑے تھے - میں نے پھر کہا کہ میاں گئے
تھے ؟ نہیں گئے تو ہو آؤ - تو کہا اچھا + آج صبح میں نے پھر پوچھا - کہ بہو
جی کا کیا حال ہے - وہ کیا کہتی تھیں ؟ تو کہا کہ بکو مت - اب تم یہ کٹناپے
کرتی پھرو گی ؟ خبردار جو آگے کو ایسی بات کہی - دلھن بی کو خبر ہو گئی
تو تیری ٹانگیں توڑ ڈالیں گی +

اب بتاؤ بیوی بھلا میرا کیا قصور ہے ؟ زیادہ کہوں تو چھٹا دیں
گے +

نجیبہ - (رو کر) اچھا اب تم اُن سے کچھ نہ کہنا - اور میرے سُسر
سے سب کے سامنے ابھی آنا کہتی جائیو - کہ بہو کا بہت بُرا حال ہے

وہ سخت بخار میں پڑی ہے۔ خدا جانے رات بھی کاٹتی ہے یا نہیں۔ وہی آجائیں۔ تو میں کہہ سُن لوں۔ اور تیرا احسان ہوگا + ذرا میرے ماموں کو بھی خبر کر دیجو۔ شاید مرتے وقت وہی آجائیں۔ بیوی کا کہنا نہ مان کے + خدا تجھے خوش رکھے گا۔ مجھ بے کس ولاچار کے آخری میں کام آئی ہو +

مہترانی یہ باتیں سُن کر آبدیدہ ہو گئی۔ اور فوراً قربان علی کے گھر آئی۔ اور اُن سے سب حال کہا + وہ باہر ہی سے سیدھے ادھر چلے آئے + دیکھا۔ کہ بہو زرد مثل مُردے کے پڑی رو رہی ہے۔ اور تیز بخار چڑھا ہوا ہے + ہر چند اس میں ذرا طاقت نہ تھی۔ لیکن بڑی ہمت سے کام لیا۔ اور اُٹھ بیٹھی + خسر کے قدموں پر سر رکھنے کو تھی کہ غش آگیا۔ اور وہیں گر پڑی +

اس وقت تو بوڑھے قربان علی کا دل پسیج گیا + فوراً بہو کو اٹھا لیا۔ اور گود میں سر رکھ کر بیٹھ گئے + مہترانی پنکھا جھلنے لگی + انہوں نے کچھ پڑھ کر پھونکا۔ بخار میں پانی کے چھینٹے دئے۔ تھوڑی دیر میں اُسے ہوش آگیا۔ تو مہترانی کو بھیج کر قربان علی نے اپنی بیوی کو بھی بُلوا لیا + چھوٹی بہو کے ڈر سے بیٹے کو تو نہ بُلوا سکے۔ لیکن اُس سنگ دل بے ایمان احسان کو سب حال معلوم ہو گیا۔ اور یہ بھی

معلوم تھا۔ کہ مرتے وقت آخری باتیں کرنے کو بلا رہی ہے۔ پھر بھی نہ جانا تھا نہ گیا +

بی حمیدہ نے سوکن کی تکلیف کی خبر سُن کر گانا باجا بند کرا دیا۔ اور خود بھی زمانے کے لحاظ سے آدھ گھنٹے کو کھنڈر ہو آئیں۔ اور رات کو دونوں بیوی میاں نے خوب خوشی خوشی پکوان کھائے + ساس خسر آج کی رات وہیں رہے +

آہ مظلوم نجیبہ تو کیوں پیدا ہوئی تھی؟ تو ہی نہیں۔ بلکہ کل ایسی بدنصیب روحیں جن کو نہ تو دنیا میں کوئی خوشی ملتی ہے۔ اور نہ اُن سے کسی کو فایدہ پہنچتا ہے۔ کیوں دوسروں کے لئے وبال جان ہونے کو آتی ہیں؟ شاید اس میں بھی کچھ مصلحت ایزدی ہو۔ مگر اے خدا تو انہیں دنیا سے بہت جلد اٹھا لیا کر۔ تاکہ دشمن ان کی بری حالت دیکھ کر خوش نہ ہوں + ایک نہیں۔ ہندوستانی مسلمانوں میں ایسی صدہا نظیریں موجود ہیں + بدنصیب نجیبہ کا چشم دید واقعہ ہے۔ صرف نام بدل دئے گئے ہیں + یہ تو خیر روز ازل ہی سے بدقسمت تھی۔ بچپن سے بڑھاپے تک ایسے ہی ظلموں کا تنکا رہی۔ لیکن سینکڑوں بے بس مستورات خاوندوں کی ایسی ہی سختی کے ہاتھوں جل جل کر جان دے رہی ہیں + اے قوم کے ریفارمرد۔ دیکھو سب سے پہلے اس

بے بس مظلوم فرقے کی خبر لینی لازمی ہے۔ آخر یہ بھی تو اسی قوم کا ایک حصہ ہیں۔ جن کے ہاتھوں قوم پرورش پائی ہے ❖

انہی مصنفہ کی اور کتابیں

اختر النساء - ایک تعلیم یافتہ سگھڑ لڑکی کا قصہ ہے - جو اپنے باپ کی بے پروائی اور سوتیلی ماں کی دشمنی سے بُری جگہ بیاہی گئی - اور سخت مصیبتیں جھیلتی رہی + اپنی تعلیم اور روشن خیالی کی مدد سے سب مشکلات پر فتح پائی - نہایت موثر اور دلچسپ قصہ ہے - شروع کر کے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا - ضخامت تین سو صفحے - لکھائی چھپائی عمدہ - قیمت ہر +

آہ مظلوماں

اس کتاب میں دو نہایت درد انگیز و عبرت خیز قصے ہیں - جو ساتھ ساتھ چلتے رہیں + ایک قصے میں تو ایک نہایت خاندان کے ڈپٹی صاحب کا حال درج ہے - جنہوں نے اپنی خاندانی بیوی کو چھوڑ کر ایک کم درجے کی عورت کی نکاح کر لیا تھا - اور دوسرے میں ایک غریب عورت کی سرگزشت ہے + دونوں قصے بے انتہا موثر ہیں - کتاب کیا ہے - ناواجب کثرت ازدواج کے نتائج - اور بعض بیوقوف مردوں کے ظلم و ستم کا آئینہ ہے + قیمت ۱۲ر

حرماں نصیب

یہ ایک ناکام محبت لڑکی کا افسانۂ غم ہے - جو بھائی کے غم میں دیوانی ہو گئی تھی + چونکہ مصنفہ نے یہ ناول ان دنوں تصنیف کیا تھا - جب انکا اپنا بھائی داغ مفارقت دے گیا تھا - اس لئے اس کا فقرہ فقرہ اور لفظ لفظ درد و اثر میں ڈوبا ہوا ہے + اس تصنیف نے ان مصنفہ کی تحریروں کے شائقین میں بڑی دلچسپی پیدا کر دی ہے + قیمت ۱۲ر

پتہ :- دفتر تہذیب نسواں - لاہور

تصانیف محترمہ نذر سجاد حیدر صاحبہ

حرماں نصیب۔ یہ ایک ناکام محبت لڑکی کا افسانۂ غم ہے۔ جو بھائی کے غم میں دیوانی ہو گئی تھی۔ چونکہ مصنفہ نے یہ ناول ان دنوں میں تصنیف کیا تھا جب ان کا اپنا بھائی انہیں داغ مفارقت دے گیا تھا۔ اس لئے اس کا فقرہ فقرہ اور لفظ لفظ درد و اثر میں ڈوبا ہوا ہے۔ غیر ممکن ہے۔ کہ ذی حس اس کو پڑھے اور اس کے آنسو نہ نکل آئیں۔ اس تصنیف نے ان مصنفہ کی تحریروں کے شائقین میں سینکڑوں کا اضافہ کر دیا ہے۔ قیمت ۱۲ر

آہِ مظلوماں۔ دو مظلوم عورتوں کی دل ہلانے والی سرگزشت بیویوں کا صبر۔ خاوندوں کا جبر۔ پڑھنے کے قابل قصہ۔ ۱۲ر

سلیم کی کہانی۔ ایک غریب مگر باہمت لڑکے کی دردناک سرگزشت پڑھنے کے قابل ہے۔ قیمت ۴ر

پھولوں کا ہار۔ بچوں کے لئے ایسی مزے دار کہانیاں کہ پڑھ کر دل خوش ہو جائے گا۔ تصویردار۔ قیمت ۵ر

ملنے کا پتہ

دارالاشاعت پنجاب لاہور

(مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام بابو گوپال داس پرنٹر کے چھپا)